باسمہ سبحانہ

قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني سبحان الله وما انا من المشركين

میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرا پیرو دونوں مضبوط دلیل پر ہیں اور خدا ہر عیب و نقص سے پاک و پاکیزہ ہے اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔

(ترجمہ قرآن)

کتاب مستطاب

اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ

از قلم حقیقت رقم

سرکار عمدۃ المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

ناشر مکتبہ السبطین 296/9 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

باسمہ سبحانہ

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

"میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرا پیرو دونوں مضبوط دلیل پر ہیں اور خدا ہر عیب و نقص سے پاک و پاکیزہ ہے اور میں مشرکین سے نہیں ہوں"

(ترجمہ فرمان علی)

کتاب مستطاب

اصول الشریعہ

فی

عقائد الشیعہ

از قلم حقیقت رقم

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الشیخ محمد حسین مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

ناشر

مکتبۃ السبطین ۲۹۶/۹ بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

SIBTAIN.COM

باسمہٖ سبحانہٗ

"والدہ مرحومہ کے نام"

اگر سیاہ دلم، داغ لالہ زار توام
وگر کشادہ جبینم، گل بہار توام

چونکہ والد مرحوم و مغفور کا سایہ عاطفت صغر سنی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ لہٰذا میں بفضلہٖ تعالیٰ شیدائی سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام والدۂ مرحومہ کی حسن تربیت سے اس قابل ہوا کہ آج اپنی بساط و بضاعت کے مطابق کچھ خدمت دین مبین کر رہا ہوں، اس لئے میں اپنی اس ناچیز کتاب کو ان کے نام کے ساتھ معنون کر کے اس حقیر دینی خدمت کا ثواب بطفیل سرکار ولی عصر و امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ ان کی تربت پر تحفۃً ہدیہ کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آپ کا
احقر محمد حسین نجفی عفی عنہ سرگودھا
ستمبر ۱۹۹۶ء

کتابت	سید تحسین ابو وزیری قرائی
طباعت	شانی پریس سرگودھا
قیمت	۱۵۰/ روپے
بار	چہارم

اگست ۲۰۰۰ء

پہلا باب

انبیاء و ائمہ علیہم السلام کی علیحدہ نوع ہونے یا بنی نوع انسان کے ہی اکمل افراد ہونے کا بیان

اہل قرآن و دین مخالف اور مفوضہ کے عقائد و نظریات میں سے ایک نظریہ فاسدہ یہ بھی ہے کہ انبیاء و ائمہ علیہم السلام نوعِ انسانی کے افراد کامل نہیں بلکہ ان کی نوع علیحدہ ہے۔ اس غلط عقیدہ کی بنیاد انہوں نے ایک عجیب مفروضہ پر قائم کی ہے چونکہ بر بنائے منطق نوع کے لئے "جنس" و "فصل" کا ہونا ضروری ہے جس سے کہ نوع عالم وجود میں آتی ہے اس لئے ان لوگوں نے ان ذوات مقدسہ کی جنس "بشر" اور فصل "وحی" کو قرار دیتے ہوئے علیحدہ نوع تجویز کی ہے اس سلسلہ میں ان کے بیانات کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے۔

"تعریف نبی جو خداوند عالم نے کی ہے وہ اپنے افراد پر حاوی ہے اور غیر افراد اس میں داخل نہیں ہو سکتے "قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی" لفظ بشر جنس ہے تمام انسان بشر میں شریک ہیں۔ اور مساوی ہیں اور نبی بھی بشر ہے فصل ممیز "یوحیٰ الی" ہے جو نبی کو عام انسانوں سے جدا و ممیز کرتی ہے جس طرح "انسان حیوان ناطق" یا "الانسان حیوان منطق" انسان حیوان ناطق ہے یا انسان وہ حیوان ہے جو نطق رکھتا ہے۔ یہی حیوان جنس ہے جس میں تمام انسان و حیوان شریک و مساوی ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان حیوان میں شریک ہونے سے گھوڑا، گدھا بن جائے۔ اسی طرح انسانوں میں نبی بشر کی حیثیت سے شریک ہونے میں نبی عام انسان زید، بکر جیسا نہیں بن جائے گا۔ ناطق یا منطق ملانے سے انسان تمام حیوان سے ممیز و ممتاز ہو جائے گا۔ اسی طرح لفظ بشر جنس ہے اور یوحیٰ الی ملانے سے نبی دوسرے بشروں اور انسانوں سے جدا و ممتاز ہو جائے گا۔ نہ نطق میں حیوان شریک ہے نہ عام انسان "یوحیٰ الی" میں شریک ہے۔ نطق صرف انسان کی صفت ہے اور وحی صرف نبی کی صفت ہے لہٰذا نبی اور عام انسانوں میں وہی فرق ہے جو عام حیوان اور انسانوں میں فرق ہے۔"

اس نظریہ کے ابطال اور انبیاء و ائمہ کے نوع انسانی کے اکمل افراد ہونے کے اثبات پر دلائل قرآن کریم، احادیث معصومین، اتفاق علماء کاملین اور عقل سلیم کی روشنی میں

یہ دور دین بیانات پر مبنی دستور رہا ہے کہ یہ نظریہ فاسدہ قرآن کریم، تعلیمات معصومین، باتفاق

متقدمین و متاخرین اور مسلمات عقل سلیم کے سراسر خلاف ہونے کی وجہ سے واجب الرد اور قطعاً ناقابلِ قبول ہے ہم ذیل میں اس کے ابطال پر چند عقلی و نقلی دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ اس اعتقاد کا بالکل بے بنیاد ہونا تمام دنیا پر واضح و عیاں ہو جائے۔

پہلی دلیل

یہ قیاسی نظریہ ان حضرات کے علم معقول (منطق و فلسفہ وغیرہ) سے بالکل تہی دامن ہونے پر دلالت کرتا ہے ورنہ اس فن کی عقلی کتب میں یہ حقیقت جانتے ہیں کہ جنس و فصل کا شمار ذاتیات شئی میں ہوتا ہے۔ ذکر تو ذاتیات میں۔ یعنی انواع عالم میں سے کوئی بھی نوع جنس و فصل کے بغیر کتم عدم سے نکل کر منصۂ شہود پر قدم نہیں رکھ سکتی۔ خلاصہ یہ کہ جنس و فصل کے بغیر کسی بھی نوع کا وجود میں آنا محال ہے کیونکہ اس کی ماہیت و حقیقت کی ایک جزء جنس اور دوسری جزء فصل ہے۔ بنابریں یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ کوئی بھی نوع کسی وقت بھی (جنس کی طرح) اپنی فصل سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ شرح مطالع مطبوعہ اسلامبول ص۹۵ پر ذاتی کے یہ معنی لکھے ہیں۔ "وهو ما يكون جزء ماهية الشئ" جو کسی ماہیت و حقیقت کی جزء ہو پھر ص۔ پہ بیان کیا ہے کہ اس کی دو قسمیں ہیں "والذاتی اما جنس او فصل" ایک کا نام جنس ہے اور دوسری کا فصل ہے۔ اور ص۱۰۰ پر ذاتی کے خواص شمار کرتے ہوئے لکھا ہے "والذاتی يمتنع رفعه عن الماهية ای اذا تصور مع الماهية امتنع الحكم بسلبه عنها ووجب اثباته لها ای لايمكن تصورها الا مع تصوره۔ موصوفة به ويتقدم عليها فی الوجود الذهنی والخارجی الخ" یعنی کسی شئی کی ذاتی کا اس سے علیحدہ ہونا ناممکن ہے۔ یعنی جب بھی شئی کے ساتھ ذاتی کا تصور کیا جائے تو اس کا اثبات شئی کے لئے واجب اور علیحدگی محال ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی شئی کا تصور بھی اس کی ذاتی کے بغیر ناممکن ہے اور یہ ذاتی اس شئی پر وجود ذہنی و خارجی میں مقدم ہوتی ہے۔ (لتقدم الجزء علی الکل)

اسی طرح کتاب نقد الافکار والمنطقیہ ص۲۹ پر ذاتی کے خصوصیات شئی کا ذکر بیان کرتے ہوئے پہلی خصوصیت یہی لکھی ہے کہ "عدم تحقق الشئ بدونه" کہ شئی اس کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتی۔

پھر تیسری خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ "ما كان بين الثبوت للشئ وممتنع الحكم بسلبه" یعنی اس کا ثبوت شئی کے لئے بین ہو (محتاج دلیل نہ ہو) اور اس سے جدا ہونا محال ہو۔ اور پانچویں خصوصیت یہ تحریر فرمائی ہے کہ "ما يتقدم على الشئ فی الوجود الذهنی والخارجی تقدماً ذاتياً لاحتياج ذاته اليها بحسب الوجود" یعنی ذاتی وہ ہوتی ہے جو شئے سے اس کے وجود ذہنی و خارجی میں تقدم ذاتی رکھتی ہو کیونکہ شئی اپنی ذات و ماہیت میں اس کی طرف محتاج ہوتی ہے۔" الغرض ہماری فارمہ منطق کی مشہور کتب حمد اللہ اور قاضی وغیرہ میں فرمایا گیا ہے الغرض یہ ایک ایسی مسلّم حقیقت ہے

له جیسا کہ اب متن میں مذکور ہے اسی طرح حیات القلوب ہم نے قاضی کے ساتھ حمد اللہ کا بھی حوالہ دیا تھا۔ اس پر لکھنؤ کے بعض ممتاز الافاضل (باقی اگلے صفحہ پر)

کہ کوئی معمولی پڑھا لکھا اور عقلمند انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ جس طرح نطق کے بغیر جو کہ اس کی فصل ہے، انسان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (ولا حیوان ناطق) تو اگر اسی طرح وحی نبی کی فصل ہے تو اس کے بغیر نبی کا تصور بھی ناممکن ہو گا۔ تاریخی حقائق آئیے اس بات کا جائزہ لیں کہ آیا وحی ذوات نبی میں داخل ہے یا نہ؟ کیا نبی کا وجود اس کے بغیر متحقق ہو سکتا ہے یا نہ؟ اس مسئلہ میں قرآن مجید کی صریح نصوص موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وحی نبی کی ذات میں داخل نہیں ہے اور اس کے بغیر نہ صرف نبی کا تصور ممکن ہے۔ بلکہ وجود خارجی بھی ممکن ہے۔ یہاں صرف ایک آیت پیش کی جاتی ہے، ارشاد قدرت ہے وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نوراً نھدی من نشاء (پ ۲۵ س شوریٰ ع ۵) اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے روح الامین کو تمہاری طرف وحی کے ساتھ بھیجا، جس کے پہلے تم یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے، اور نہ یہ کہ تعلیم ایمان کیا چیز ہے لیکن ہم نے اس کو ایک نور قرار دیا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت کریں۔ (ترجمہ مقبول) "اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے امر سے ایک روح وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ہی ایمان لیکن ہم نے اسے نور بنایا ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں"

(بقیہ حاشیہ صفحہ) ان مبلغین نے دینی جوابی کتاب میں "مدرسین کو کتب دیکھنے کا بھی علم نہیں ہے" کا عنوان قائم کر کے غلط جذبات کی رو میں بہہ کر یا اپنی طبعی عمر کے تقاضوں سے مجبور ہو کر لکھنؤ کے نصاب تعلیم کی تعریف کرتے ہوئے پاکستان کے نصاب مولوی فاضل کے ساتھ ساتھ نجف اشرف جیسے مرکز علم دین کے نصاب تعلیم پر بھی اعتراضات کر دیئے اور یہ نہ سوچا کہ نجف اشرف کا نصاب و مقام تو بہت اونچا ہے خود مولوی فاضل کا کورس ایسا ہے کہ ہم نے لکھنؤ کے کئی مستند فاضل پاس حضرات کو کئی بار امتحان مولوی فاضل دیتے اور اس میں ناکام ہوتے دیکھا ہے۔ بہر حال پیر صاحب کہنا یہ چاہتے تھے کہ یہاں حمد اللہ کا نام غلط لکھا گیا ہے کیونکہ یہ مسئلہ منطق کی بحث تصورات سے متعلق ہے اور حمد اللہ میں سرے سے یہ بحث ہے ہی نہیں۔ کیونکہ وہ صرف تصدیقات کے مباحث پر مشتمل ہے۔ انہوں نے یہ تنقید شدید کرتے وقت یہ نہ سوچا کہ بعض اوقات ایک فن کے بعض مباحث متعلقہ کتب میں ضمنی حیثیت سے دوسرے بعض فنون میں لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے متعلقہ مسئلہ کی یہی کیفیت ہے اور اس کا اصل مقام گو بحث تصورات ہی ہے مگر ضمنی حیثیت سے تصدیقات میں بھی آ گیا ہے لیجئے ہم اس کے مقام کی نشاندہی کئے دیتے ہیں حمد اللہ صفحہ ۴۶ طبع مفید عام لاہور مع حاشیہ فاضل ٹونکی میں حمد اللہ نتائج متعارضہ کے ضمن میں لکھتا ہے: "فان الجنس والفصل والنوع وان کانت موجودۃ بوجود واحد" یعنی اگرچہ جنس، فصل اور نوع ایک ہی وجود سے موجود ہیں" اس کے حاشیہ نمبر ۹ پر فاضل ٹونکی نے یہ فاضلانہ حاشیہ لکھا ہے "محاصلہ ان کلا من الجنس والفصل والنوع وان کانت موجودۃ بوجود واحد بالذات ومتحدۃ فیما بینھما اتحاداً کذلک کما ھو المحقق الا ان مفھوم الجنس والفصل واحد فی مفھوم النوع فلا یتصور وجودہ فی مرتبۃ من المراتب الا ویکون وجودھما فی ضمنہ الخ" یعنی اس کلام کا ماحصل یہ ہے کہ جنس، فصل اور نوع اگرچہ بالذات ایک ہی وجود کے ساتھ خارج میں موجود ہیں (باقی دیکھئے صفحہ ۹)

(۱) اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے روح (القدس) کو تمہاری طرف وحی کے ساتھ بھیجا جس کے پہلے تم یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ کہ تعلیم (ایمان) کیا چیز ہے لیکن ہم نے اس کو ایک نور قرار دیا جس کے ذریعے سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہدایت کرتے ہیں (ترجمہ مقبول)

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ آنحضرت کی خلقت کے بعد کتنا وقت ایسی حالت میں گزرا۔ کیا یہ کیفیت کسی وقت میں تھی (یا امکان میں) یا صرف ایک حالت تھی؛ کیونکہ اس موضوع پر آج سے قریباً نصف صدی پہلے بعض علماء میں بہت بحثیں ہو چکی ہیں۔ اور اس مسئلہ میں بعض مستقل کتابیں بھی منظر عام پر آ چکی ہیں۔ بہر کیف کتاب اللہ کے الفاظ یہاں اس قدر تو اس آیت مبارکہ سے بعبارۃ النص واضح ہوتا ہے کہ ایک وقت (اگرچہ بالکل مختصر ہی) ایسا ضرور تھا کہ آنحضرتؐ تو موجود تھے (خلقت اولی روحانی و نورانی ہی سہی) لیکن ہنوز وحی کا سلسلہ جاری نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ہی ابھی روح القدس کے ساتھ رابطہ قائم ہوا تھا۔ مزید اطمینان قلب کے لئے اس آیت مبارکہ کی جو تفسیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ ملاحظہ کریں۔ انه سئل من العلم اهو شئ يتعلمه العالم من افواه الرجال ام فی الكتاب عندكم تقرؤنه فتعلمون منه قال الامر اعظم من ذلك واوجب اما سمعت قول الله عزوجل وكذلك اوحينا اليك روحا من امرنا ما كنت تدری ما الكتاب ولا الايمان ثم قال ای شئ يقول اصحابك فی هذه الاية ايقرون انه كان فی حال ما يدری ما الكتاب ولا الايمان فقلت لا ادری جعلت فداك ما يقولون قال بلى قد كان فی حال لا يدری ما الكتاب ولا الايمان حتی بعث الله عزوجل الروح التی ذكر فی الكتاب فلما اوحاها اليه علم بها العلم والفهم وهی الروح التی يعطيها الله عزوجل من شاء فاذا اعطاها عبدا علمه الفهم یعنی امام سے اپنے علم کے متعلق سوال کیا گیا۔ کہ عالم (امام) لوگوں کے مونہوں سے اسے حاصل کرتا ہے۔ یا آپ کے پاس کسی کتاب میں لکھا ہوا ہے جسے آپ پڑھ کر معلوم کر لیتے ہیں؟ آنجناب نے فرمایا اصل حقیقت اس سے اجل و اوجب ہے۔ کیا تم نے ارشاد خداوندی نہیں سنا وکذلک اوحینا الیک روحا۔ پھر فرمایا تمہارے اصحاب اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ یہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ پر ایسی حالت بھی گزری ہے

(بقیہ حاشیہ ص ...) ہیں اور دونوں (داخلی و خارجی ترکیب) میں ان کے درمیان ایسا بین اتحاد پایا جاتا ہے کہ جنس و فصل کا مفہوم نوع کے مفہوم میں اس طرح داخل ہے کہ کسی خارجی یا ذہنی امر وجود میں تو کجا تصور بھی ان دونوں کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس پوری عبارت پر بالعموم اور خط کشیدہ مقام پر بالخصوص گہری نظر ڈالیں۔ کیا یہ بعینہ ہمارا متعلقہ مسئلہ نہیں ہے؟ ایسے حضرات پر تو یہ شعر پوری طرح منطبق ہوتا ہے ؎

وقل للذی یدعی فی العلم فلسفۃ   حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء

ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ ؎ شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور   (منہ عفی عنہ)

کہ وہ کتاب و ایمان کو نہ جانتے تھے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں مجھے تو معلوم نہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ امام نے فرمایا کہ ہاں ایک حالت ایسی تھی کہ آنحضرت نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے اور کتاب کیا ہے یہاں تک کہ خداوند عالم نے وہ روح ان کو عطا کی جس کا ذکر اس نے قرآن میں فرمایا ہے پس جب خدا نے یہ روح ان کو عطا فرمائی تو اس وقت ان کو خاص علم و فہم عطا ہو گیا پس یہ وہ روح ہے کہ اپنے بندوں میں سے خدا جس (نبی یا امام) کو عطا فرما دے تو اسے اس کے ذریعہ سے خاص علم و فہم بھی عطا فرما دیتا ہے (تفسیر صافی ص۴۶۰ و تفسیر برہان ج۴ ص۱۲۲، اصول کافی ص۱۰۱ اور انہی کتب کے انہی صفحات پر اس امر کے بھی مختلف، متعدد احادیث موجود ہیں کہ اس روح سے روح القدس مراد ہے۔"

لہذا ان حقائق کی روشنی میں روز روشن کی طرح یہ حقیقت واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ کوئی بھی نقص ممیز نہیں قرار دیا جا سکتا البتہ شریعت میں خصائص نبوت و رسالت میں حسب وضاحت الفقہا ما یوجد فی الشئی ولا یوجد فی غیرہ یعنی کسی چیز کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اس کے بغیر کسی اور چیز میں نہ پایا جائے۔ گر خاصہ کا شمار صفات جنسی میں ہوتا ہے نہ ذاتیات میں کما لا یخفی علی اولی الابصار۔ ان اگر حضرات اہل منطق کی اصطلاح کے خلاف نقص ممیز سے مراد خاصہ ہی لیتے ہیں تو یہ اور بات ہے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح لیکن اس سے ان ذوات مقدسہ کی نوع آدمیت تو ثابت نہیں ہو سکتی۔ کما ھو اوضح من ان یخفی۔

SIBTAIN.COM

ل اس مقام پر اکثر جواب مولف لیڈر گاہ نے عجیب گل کھلائے ہیں۔ گو بے پر کی اڑائی ہیں اور عجیب اتہام لگائے ہیں۔ مگر کوئی علمی و تحقیقی چیز پیش نہیں کر سکے۔ اور نہ ہی یہ ان کے بس کا روگ ہے بعض نے یہ کہا ہے کہ آیت میں قضیہ سالبہ بانتفاء الموضوع ہے یعنی آنحضرت کو جب ابھی خلعت وجود ہی نہیں ملی تھی اس وقت کتاب و ایمان کا علم بھی نہ تھا۔ یہ درست ہے کہ قضیہ سالبہ بعض اوقات انتفاء موضوع سے بھی صادق آتا ہے جس طرح کہ انتفاء محمول سے صادق آتا ہے۔ مگر یہ فیصلہ قرائن حالیہ و مقالیہ دیکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے کہ کس جگہ اس کا صدق محمول کے انتفاء سے ہے اور کہاں موضوع کے منتفی ہونے کی وجہ سے۔ اس مقام پر جب روایات اہل بیت میں صراحت موجود ہے کہ کانت فی حال لا یدری ما الکتاب ولا الایمان یعنی ایک ایسی حالت بھی تھی کہ آنحضرت تو تھے مگر علم کتاب و ایمان نہ تھا۔ تو بعد ازیں بھی یہ کہنا کہ یہاں قضیہ سالبہ بانتفاء موضوع ہے تفسیر بالرائے نہیں تو اور کیا ہے؟

اور بعض نے یہ تحقیق انیق فرمائی کہ اس مقام پر وحی سے مراد فطری وحی ہے جس طرح آیت و اوحینا الی النحل میں شہد کی مکھی کو وحی کی ہے فطری وحی مراد ہے یعنی ہم نے یہ چیز اس کی فطرت میں ودیعت کر دی۔ اور یہ قیاس کرنے والے نے اس قدر بھی نہ سوچا کہ یہ قیاس اور وہ بھی مع الفارق ہے جو عند العقل باطل ہے۔ اشرف الانبیاء کا قیاس شہد کی مکھی پر کرنا۔ کیا اس میں شان رسالت کا استخفاف نہیں ہے؟ حالانکہ اہلبیت کی روایات متظافرہ میں وارد ہے کہ یہاں اوحینا الیک روحا من امرنا سے مراد روح القدس ہے جیسا کہ تفسیر قمی، صافی اور برہان وغیرہ ایسی احادیث سے لبریز ہیں۔ ان تمام ارشادات معصومین کو اپنے زعم باطل کے خلاف پا کر

(باقی [illegible])

دوسری دلیل

ایک مسلم الثبوت عقلائی قاعدہ ہے کہ دلیل کا عموم و خصوص میں دعویٰ کے مطابق ہونا چاہئے یعنی یہ کہ اگر دعویٰ عام ہو تو دلیل بھی عام ہونی چاہئے۔ اور اگر دعویٰ خاص ہو تو دلیل بھی خاص ہونی چاہئے لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی دعویٰ تو عام ہے مگر دلیل خاص ہو کر عند العقلاء باطل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ انبیاء اور ائمہ ہر دو کی روح علیحدہ ہے مگر دلیل میں صرف وحی کو نفس ممیزہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ بشر جنس اور روح فصل ہے۔ اب قابل طلب امر یہ ہے کہ آیا اس وحی سے مراد تشریعی وحی یعنی وحی ہے یا وحی غیر تشریعی؟ اگر پہلی شق کو اختیار کیا جائے کہ اس سے وحی تشریعی مراد ہے (کما ہو الحق)، تو پھر یہ دلیل (بنا بر تسلیم و دون اثباتہ خرط القتاد) زیادہ سے زیادہ انبیاء کی روح کے علیحدہ ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ائمہ علیہم السلام پر تشریعی وحی کے نازل نہ ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے۔ اور اس کا قائل دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ اوائل المقالات ص۵۳ پر قمطراز ہیں وانما منعت من نزول الوحی علیہم والایحاء بالاشیاء الیہم للاجماع علی المنع من ذلک والاتفاق علی انہ من زعم ان احداً بعد نبینا یوحی الیہ فقد اخطا و کفر۔ یعنی میں نے اس لئے ائمہ اطہار پر وحی تشریعی کے نزول کو ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور ان کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ آں حضرت کے بعد کسی شخص پر وحی ہوتی ہے وہ خطاکار بلکہ کافر ہے۔ اسی طرح محقق جلیل جناب سید علی خان ریاض السالکین (ص۱۳) میں فرماتے ہیں الوحی من خواص الرسالۃ" (تشریعی وحی رسالت و نبوت کے خواص میں سے ہے) اور اگر دوسری شق اختیار کی جائے یعنی اس سے مراد غیر تشریعی وحی لی جائے۔ تو وہ صرف ... کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ ایسی وحی غیر انبیاء و ائمہ کو بھی ہوتی رہتی ہے جیسا کہ آیات قرآنیہ (واوحینا الی ام موسیٰ ہم نے مادر موسیٰ کو وحی کی۔ واوحینا الی النحل ہم نے شہد کی مکھی کو وحی کی) وغیرہ سے ظاہر ہے۔ لہٰذا پھر یہ وحی نبی یا امام کی نفس ممیزہ کیوں کر بن سکتی ہے؟ یہی تھے وہ حساب ... بیک ہو گئے۔

(بقیہ حاشیہ ص...) نظر انداز کرتے ہوئے مذکورہ بالا فاسد نظریہ قائم کرنا تفسیر بالرائے کی بدترین مثال ہے (من فسر القرآن برأیہ فلیتبوأ **مقعدہ من النار**۔ (تفسیر صافی ص... وغیرہ) اور بعض بے خوف خدا ہو کر ہم پر یہ افترا پردازی کی کہ ہم نے چالیس برس تک جناب رسول خدا کو جاہل لکھا ہے (معاذ اللہ) چالیس برس تو بجائے خود ہماری عبارت میں کہیں آنحضرت کی ظاہری جسمانی خلقت تک کا بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ عبارت کے سیاق و سباق میں غور و تدبر کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہاں خلقت روحانی و نورانی کے وقت کا تذکرہ ہے کہ خدا نے آنحضرت کو خلق کرنے کے بعد روح القدس سے ان کا ارتباط قائم کیا اور اس کے ساتھ ہی علم و ایمان اور دیگر نبوتی کمالات کا سلسلہ جاری ہو گیا جو اب تک برابر جاری ہے۔ اور اس بیان کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ علم ان حضرات کی ذات میں داخل نہیں۔ بلکہ عطیہ پروردگار ہے لہٰذا کچھ تو ماننا ہی پڑے گا کہ خدا نے ان کو پیدا کیا۔ اور پھر علم عطا کیا۔ ع

آخر سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ ہدوا الی الطیب من القول وہدوا الی صراط الحمید (منہ عفی عنہ)

تاہم یہ حقائق تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ دعویٰ بلا دلیل و برہان ہے جو کہ ناقابلِ قبول ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

تیسری دلیل

اس لاسہ عقیدہ میں بشر کو جنس قرار دیا گیا ہے جو ان حضرات کے علم معقولات سے ناواقفیت کی ایک بین دلیل ہے۔ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ بشر و انسان ایک ہی حقیقت کے دو مختلف نام ہیں (تفصیل چوتھی دلیل میں آ رہی ہے) اور انسان حقیقی نوع ہے (نہ اضافی) اور یہ حقیقت ارباب منطق کے نزدیک مسلّم ہے کہ کوئی نوع حقیقی ہرگز جنس نہیں ہو سکتی۔ تاہم یہ بشر کو جنس تصور کرکے انبیاء و ائمہ کی کس طرح علیحدہ نوع تسلیم کی جا سکتی ہے؟ ان ھذا الا اختلاق

چوتھی دلیل

اس نظریہ میں ان حضرات نے انبیاء و ائمہ کو بشر تسلیم کرنے کے باوجود انسانوں کے علاوہ ان کی علیحدہ نوع تسلیم کرکے جہاں علم معقول سے اپنی تہی دامنی کا ثبوت دیا ہے (جیسا کہ ابھی اوپر ثابت کیا جا چکا ہے) وہاں لغت عربی سے بھی اپنی ناواقفیت کا ثبوت فراہم کیا ہے کیونکہ معمولی عربی دان حضرات پر بھی یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ بشر اور انسان ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ بطور نمونہ چند مستند کتب لغت کے حوالہ جات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

قاموس اللغات ج ۱ ص ۳۸۲ طبع مصر پر لکھا ہے البشر محرکۃ الانسان ذکراً او انثیٰ واحداً او جمعاً الا یبین بشر کا مطلب ہے انسان خواہ مرد ہو یا عورت ایک ہو یا ایک سے زائد۔ کلیات ابو البقاء ص ۸۸ پر لکھا ہے البشر ھو علم لنفس الحقیقۃ من غیر اعتبار کونھا مقیدۃ بالتشخصات والصور یعنی بشر نفس حقیقت انسانیہ کا نام ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ شخصی تشخصات اور فردی تعینات (جیسے وحدت و کثرت تذکیر و تانیث حسن و قبح وغیرہ) سے متصف و مقید ہو۔ قرآن و حدیث کی مشہور لغت مجمع البحرین ص ۲۲۳ طبع ایران پر لکھا ہے البشر الانسان الواحد والجمع والمذکر والمؤنث فی ذلک سواء یعنی بشر انسان کا دوسرا نام ہے اس لفظ میں مذکر و مؤنث واحد اور جمع برابر ہیں۔ اسی طرح لغات القرآن یعنی مقدمہ تفسیر مرآۃ الانوار ص ۹۰ پر لکھا ہے البشر الانسان ذکراً او انثیٰ کذا فی مرآۃ العقول المجلسی ج ۱ ص ... یعنی بشر کا مطلب ہے انسان۔ اس میں مرد، عورت، واحد، جمع برابر ہے۔ مشہور لغت القرآن مفردات راغب اصفہانی ص ۴۵ پر لکھا ہے وعبّر عن الانسان بالبشر اعتباراً بظھور جلدہ من الشعر۔ انسان کو بشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا چمڑا بالوں میں ڈھکا ہوا نہیں بلکہ ظاہر ہے۔ اسی طرح عربی کی سب سے بڑی مبسوط و مفصل کتاب لسان العرب ج ۴ ص ... طبع بیروت پر لکھا ہے البشر الانسان الواحد والجمع والمذکر والمؤنث فی ذلک سواء۔ عصر حاضر کی مستند لغت المنجد ص ... پر لکھا ہے البشر الانسان ذکراً او انثیٰ واحداً او جمعاً ان عبارتوں کا بھی مطلب وہی ہے جو مذکورہ بالا عبارات کا ہے۔ ان حقائق سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ بشر و انسان ایک ہی حقیقت کے دو مختلف نام ہیں نہ کہ دو مختلف

SIBTAIN.COM